ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کی فقہی خدمات۔ایک مطالعہ

عبدالصمد*

ABSTRACT:

Dr. Mahmood Ahmed Ghazi (18 sep 1950-25 sep 2010) was a renowned scholar of Islamic Jurisprudence, Shariah and Fiqh. He was professor of the International Islamic University, Islamabad, Judge at the Federal Shariah Court and Federal Minister for Religious Affairs in Pakistan. He was fluent in Urdu, English, Arabic, Persian, Turkish and French. He authored numerous work in Urdu and English and translated Muhammad Iqbal into Arabic. Among his Urdu Books are Muhadhrat-e-Quran, Muhadhrat-e-Hadith, Muhadhrat-e-Fiqah, Muhadhrat-e-Sirah, Muhadrat-e-Shariah, e.t.c. He earned honor and respect in the scholarly and learned Muslim Comunity worldwide. he was the role model of Pakistani nation.

This manuscript briefly presents a view and work of Dr. Mahmood Ahmed Ghazi on Fiqh.

Keywords: Ghazi, Islamic Jurisprudence, Quran Hadith, Pakistan.

ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم وطن عزیز کی ان ہستیوں میں شامل تھے جو بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی پہچان تھے۔اس کے علمی مقام ومرتبہ کی شناخت تھے۔ وہ دینی اور جدید وقدیم علوم کے ایسے عظیم اسکالر تھے جن پر کوئی بھی قوم فخر کرسکتی ہے۔اللہ تعالی نے انہیں بہت سے اعزازات سے نوازا تھا۔وہ کئی ایک قومی وملی اور علمی وتدریسی مناصب پر فائز رہے اور ہرجگہ عزت واحترام کے حقدار ٹھرے۔وہ تحریر وتقریر دونوں ہی میدانوں کے شہ سوار تھے۔ان کی تصنیف کردہ کتب علم کا ایسا خزینہ ہیں جن سے آنے والی نسلیں مدت مدید تک استفادہ کرتی رہی گی۔

اس مقالے میں ڈاکٹر غازی صاحب مرحوم کی فقہ اسلامی پر خدمات اوران کے افکار ونظریات کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا۔لیکن اس بحث سے پہلے فقہ اسلامی کا اختصار کے ساتھ تعارف مفید ثابت ہوگا اور قارئین کے لیے بات کو سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ فقہ کیا ہے؟ فقہ نے عرب کے رسم ورواج پر کیا اثر چھوڑا؟ عہد نبویؐ میں فقہ کی کیا حیثیت رہی؟ فقہ کے بنیادی ماخذ کون سے ہیں؟ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

لغوی تعریف:

"فقہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی مادہ ف۔ق۔ھ ہے۔اس مادہ کے معنی یہ ہیں۔سمجھ بوجھ اور کسی متکلم کے معنی مقصود کی تہہ تک پہنچ کر بات کو پوری طرح سمجھ لینا۔کسی لفظ کے معنی موضوع لہ سے ہٹا کر یا ترقی دے کر اسے معنی مجاز،

* ریسرچ اسکالر،شعبہ اصول الدین،جامعہ کراچی برقی پتا: aghasamad535@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۱۲/۱۲ء

استعارہ یا معنی منقول عرفی اور معنی منقول فنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس وقت اس کے معنی مقصود وہی ہوتے ہیں جس کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہو۔(۱)

"فقہ جس کے لغوی معنی سمجھ اور دریافت کرنے کے ہیں لیکن دین اسلام میں اس علم کو کہتے ہیں جس میں زمانے اور حالات کے اعتبار سے امور دنیاوی، یعنی مناکحات، معاملات اور عقوبات سے بحث کی جاتی ہے۔گویا فقہ ایک ایسا علم ہے جو انسان کے اعمال وافعال کی آزادی کی وسعت اور حدود سے بحث کرتا ہے۔یعنی بالفاظ دیگر قانون کا مترادف ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہﷺ میں فقہ کے مفہوم کو مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ترجمہ: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔(۲)

ترجمہ: تو ایسا کیوں نہ ہوا ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ نکلتے تا کہ دین میں بصیرت حاصل کرتے اور اپنے قوم کے لوگوں کو بھی آگاہ کرتے جب کہ وہ ان کی طرف لوٹتے کہ وہ بھی احتیاط کرنے والے بنتے۔(۳)

حدیث پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں تفقہ عطا فرماتا ہے۔(۴)

فقیہ کی اہمیت وعظمت کے بیان میں ایک حدیث پاک ہے:

ترجمہ: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔(۵)

اصطلاحی تعریف:

علوم اسلامیہ کی اصطلاح میں علم الفقہ کہتے ہیں اس فن کو جس میں کسی صورت واقعہ پر اللہ و رسول کے حکم یا اس سے مستفاد کسی حکم شرعی کو بیان کر کے اس کی تطبیق صورت واقعہ پر کی جاتی ہے اور جو عالم یہ خدمت انجام دیتا ہے اسے اصطلاحاً فقیہ کہا جاتا ہے۔فقہ کی اصطلاحی تعریف کتب فقہ میں کچھ یوں نقل کی گئی ہے کہ:

اصطلاح میں فقہ کہتے ہیں احکام شرعیہ، فرعیہ، عملیہ کے سمجھنے اور جاننے کو باعتبار اس کے استنباط کے ادلہ تفصیلیہ سے۔(۶)

فقہ کی کتابوں میں ایسے بہت سارے احکامات ملتے ہیں، جن کے لیے کوئی صریح حکم کتاب اللہ میں نہیں ملتا، اور نہ سنت رسول میں کوئی حکم ملتا ہے۔اس وقت ایک فقیہ پوری دیانتداری سے اس کی سعی بلیغ کرتا ہے کہ صحابہ کا اس سلسلہ میں کوئی تعامل مل جائے اور انفرادی عمل نہ ہو، بلکہ اجماعی عمل قیاس ہمیشہ کسی ایسے واقعہ اور حکم پر کیا جاتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہﷺ سے ثابت ہو۔اس طرح ہر فقیہ کی یہ مخلصانہ اور دیانتدارنہ کوشش ہوتی ہے کہ اللہ و رسول کا کوئی حکم نہ ٹوٹے، اور صورت واقعہ جو پیش آئی ہے اس کا کوئی حل کتاب اللہ و سنت رسول اللہﷺ کے بموجب نکل آئے۔

ذیل میں فقہ اسلامی کے مختلف ادوار پر تفصیل پیش خدمت ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں فقہ:

دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے اور معاشرے کی ہر طرح کی رہنمائی وحی کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور میں فرمائی۔قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: اور وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔(۷)

آپ ﷺ نے ایک معلم کی حیثیت سے معاشرے کی زندگی کے جملہ مسائل میں رہنمائی فرمائی۔اسی مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے کے ساتھ ہی ایک ادارہ صفہ کے نام سے قائم کیا تاکہ دین کے مختلف شعبہ جات کے حوالے سے تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے۔صفہ مسجد نبوی کا ایک مشہور تعلیمی ادارہ تھا۔اگرچہ اس ادارے کا ایک استعمال یہ بھی تھا کہ نومسلموں میں جن لوگوں کے رہنے سہنے کا نظم نہ تھا ان کی وہ سکونت گاہ تھی۔لیکن اس سے زیادہ جو کام اس ادارہ سے عہد نبوت میں لیا جاتا تھا وہ زیادہ تر دین کے مختلف شعبوں کی تعلیم و تعلم ہی کا کام تھا، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت کی اس تعلیم گاہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد بیک وقت کبھی کبھی اسی پچاسی تک پہنچ جاتی تھی۔

اسی ادارے سے جہاں معاشرے کے عام افراد کو بنیادی دینی تعلیمات سے بہرہ مند کیا جاتا تھا وہاں "مختلف رجحانات اور فطری مناسبتوں کا اندازہ کر کے مخصصین کی ایک جماعت بھی صحابہ میں آنحضرت ﷺ نے تیار کی تھی۔"فقہ اسلامی کا دور اول عہد رسالت اور عہد صحابہ پر مشتمل ہے۔اس دور کے ابتدائی حصے میں خود صاحب وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے، قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔جیسے جیسے ضرورت پیش آتی رہی۔لوگ صورت واقعہ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کرتے تھے۔اور آپ یا تو وحی الٰہی سے یا خود اپنے اجتہاد سے حکم دے دیا کرتے تھے، جیسا کہ ہم قرآن مجید کی سورۃ مجادلۃ میں اور دوسری سورتوں میں فقہی احکام پاتے ہیں، یا صحیح احادیث مرفوعہ میں رسول اللہ ﷺ کے فتاویٰ دیکھتے ہیں۔

اس دور میں فقہ کے دو ہی ماخذ تھے ایک کتاب اللہ اور دوسرا قول، فعل یا اجازت رسول اللہ ﷺ جسے سنت رسول کہا جاتا ہے۔کیونکہ صحابہ کرام اگر کسی صورت حال میں کوئی فتویٰ دیتے تھے تو صرف اس صورت میں دیتے تھے جب کہ خود رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما نہ ہوتے تھے اور اس پر مزید اطاعت یہ تھی کہ جب وہ اس کے بعد حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوتے تو اپنے فتویٰ کی تصحیح و اصلاح رسول اللہ ﷺ سے کرا لیتے تھے۔(۸)

اس دور میں جو بھی مسائل سامنے آتے تھے اور واقعات پیش آتے تھے ان کے حوالے سے خود رسول اللہ ﷺ فیصلہ فرمادیتے تھے۔رسول ﷺ پر آیات احکام یعنی فقہی آیتیں اکثر ان واقعات کے جواب میں نازل ہوتی تھیں جو اسلامی سوسائٹی میں پیدا ہو جایا کرتے تھے۔یہی واقعات ہیں جن کو اسباب نزول کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"محمد عربی ﷺ نے مکے میں اپنے رب کے حکم کو علی الاعلان بیان کیا۔قرآن کریم کا نصف سے زائد حصہ ہجرت مدینہ سے قبل مکی دور ہی میں آپ ﷺ پر نازل ہوا اور جتنا قرآنی حصہ مکے میں نازل ہوا وہ فقہی قانون سازی پر زیادہ مبنی نہ تھا کیونکہ نزول قرآن کا اولین مقصود دعوت الی اللہ، توحید الٰہی اور ان مختلف معبودان باطلہ کا ابطال تھا جن کی لوگ اسلام سے قبل عبادت کیا کرتے تھے۔

قیام آخرت پر دلائل پیش کرنا اور دعوت الی اللہ کی راہ میں پیش آنے والے مصائب ومشکلات برداشت کرنے کے لیے سابق انبیاء ومرسلین کے مختلف واقعات کے ذریعے رسول اکرم ﷺ کو تسلی دینا ہے۔ جہاں تک تفصیلی قوانین کا معاملہ ہے تو اس کا بہت بڑا حصہ مدنی سورتوں میں نازل ہوا جو مجموعی طور پر قرآن کے تہائی حصہ سے کچھ زائد ہے۔(۹)

مکی اور مدنی سورتوں کے درمیان مفسرین نے طرز بیان معانی اور مضامین کے اعتبار سے مختلف وجوہ فرق بیان کی ہیں۔" مکہ مکرمہ میں جو آیات نازل ہوئیں ہیں ان میں بیشتر میں کلیات دین کی تفصیل ہے توحید ونبوت، حشر ونشر، جزاء وسزا، انذار وتبشیر، اور تذکیر وتحذیر سے متعلق مضامین بیان کیے گئے ہیں۔ جگہ جگہ حق تعالیٰ کی عظمت وہیبت اور اس کے قہر وعذاب کی اہمیت بیان کی گئی۔ اور اہل جہنم کے احوال سنائے گئے۔ بار بار عبرت ونصیحت کے انداز میں خدا اور خدا کے پیغمبروں اور آخرت پر ایمان لانے کے لیے حکم دیا گیا، اور بار بار غور وفکر کی دعوت دی گئی کہ یہ لوگ خود اپنی عقل اور بصیرت سے حق کو سمجھ سکیں۔ بت پرستی کی مذمت اور دلائل توحید ایسے عبرت آموز طریقہ سے بیان کیے کہ ادنی سمجھ رکھنے والے پر بھی یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اپنے ہاتھوں سے گھڑے ہوئے بتوں کی عبادت کرنا یقیناً انسان کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ حقائق معنویہ کو کثرت سے امثال کے رنگ میں اس بیان فرمایا گیا کہ وہ معنوی حقیقت اور باطنی امر مشاہد ومحسوس ہو کر نظروں کے سامنے نمایاں ہو جائے۔ پھر ان تمام امور کے لیے تعبیر بھی ایسی اختیار کی گئی کہ ہر ہر کلمہ اور ہر ہر ترکیب اپنے انداز سے دنیا کے مایہ ناز فصحاء وبلغاء اور شعراء وخطباء کو مقابلہ سے عاجز کر رہی تھی۔ اس لیے کہ ان آیات میں بالخصوص خطاب اہل مکہ کو تھا اور وہ اپنی شاعری اور فصاحت وبلاغت پر اس قدر نازاں تھے کہ اپنے قصائد بیت اللہ کی دیواروں پر ہل من مبارز (ہے کوئی مقابلہ کرنے والا) کے اعلان کے ساتھ لٹکایا کرتے۔ اس کے بالمقابل مدنی آیات میں مضامین نہایت سہل تعبیر اور واضح انداز میں بیان کیے گئے کیونکہ آیات مدنی میں اصل مخاطب اہل کتاب تھے اس وجہ سے حقائق کو بسط وتفصیل اور دلائل کے رنگ میں پیش کیا گیا اور بہت سی آیات میں ان کو مناظرہ کی دعوت دی گئی۔ ان کے حسد وعناد، غرور وتکبر تلبیس بین الحق والباطل، کتمان حق اور تحریف آیات اللہ کو ظاہر کیا گیا۔ تورات وانجیل کے لیے مؤید ہونا بیان کیا گیا۔ اور تمام کتب سماویہ کا اصول دین میں اتفاق ظاہر کرتے ہوئے اہل کتاب کو ایمان باللہ والرسول کی دعوت دی گئی۔ اور یہ کہ تورات وانجیل پر ایمان رکھنے کا مقتضی رسول آخر الزمان پر ایمان لانا اور قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔ اس کے علاوہ آیات مدینہ کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ ان میں عبادات تو معاملات سے متعلق احکام عملیہ حلال وحرام کے مسائل کثرت سے ذکر کیے گئے۔ غزوات وغنائم احکام خراج وجزیہ کے مسائل اور اس کے مصارف، اصول مملکت کی تحقیق وتوضیح کی گئی۔(۱۰)

فقہی احکام کی ایک کثیر تعداد اپنی قانون سازی میں ان واقعات سے متعلق تھی جو وقوع پذیر ہو چکے تھے، یا ان سوالات سے متعلق تھی جو صحابہ کرام آنحضور ﷺ سے پوچھتے تھے۔ جب مسلمان آپ ﷺ سے مختلف امور ومعاملات کے حوالے سے رجوع کرتے جو ان سے مخفی ہوتے تھے، تو آپ ﷺ کبھی تو اپنی رائے کے مطابق ان کی رہنمائی کرتے اور کبھی وحی الٰہی کا انتظار کرتے۔ وحی الٰہی بعض معاملات میں آپ ﷺ کی رائے سے برعکس ہوتی جیسا کہ اسیران بدر کے معاملے

میں ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے مشرکین سے فدیہ قبول کرلیا اور ان کے قتل کرنے کے بارے میں حضرت عمر کی رائے کو قبول نہ کیا تو اس کے بعد یہ ارشاد الٰہی نازل ہوا:

ترجمہ: کسی نبی کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ اس پاس قیدی ہوں جب تک وہ زمین میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل نہ دے۔تم لوگ دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جاچکا ہوتا تو جو کچھ تم لوگوں نے لیا ہے اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی۔(۱۲)

ماخذ فقہ

فقہ کے عام طور پہ چار ماخذ بیان کیے جاتے ہیں:

1۔ قرآن حکیم 2۔ سنت رسول ﷺ 3۔ اجماع 4۔ قیاس

شریعت کے حوالے سے جتنی بھی قانون سازی کی جاتی ہے ان ہی دو بنیادی ماخذین کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور پھر اس کے بعد اجماع، قیاس، اجتہاد، استحسان کی جتنی صورتیں سامنے آتی ہیں وہ حالات و زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ جو مسائل سامنے آتے ہیں انہیں حل کیا جاتا ہے۔لیکن قیاس، اجتہاد اور استحسان کی جو بھی نوعیتیں ہیں ان کے لیے بنیادی دو ماخذ قرآن و سنت ہی سے براہ راست یا کسی اور دلیل کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے۔عموماً فقہاء کے ہاں قرآن، حدیث، قیاس، اجماع چاروں احکام کو مستقل ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے لیکن اس کے بارے میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔حدیث قیاس اور اجماع قرآن کریم ہی سے ماخوذ اور مستنبط ہیں اور ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔(۱۲)

ذیل میں فقہ کا بنیادی اور اولین ماخذ قرآن حکیم کی تفصیل پیش خدمت ہے:

قرآن مجید:

قرآن حکیم فقہ کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔"قرآن" اصل میں لفظ قراۃ یعنی پڑھنا سے مشتق ہے۔لہذا قرآن کا لغوی مطلب قراءت کرنا بنتا ہے۔اس کی تعریف ایک ایسی کتاب کے طور پر کی جاسکتی ہے جس میں خدا کا کلام موجود ہے جو رسول ﷺ پر عربی زبان میں نازل اور تواتر کے ساتھ منقول ہے۔یہ حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے کا ثبوت، مسلمانوں کے مستند ترین رہنما کتاب اور ذریعہ کا اولین ماخذ ہے۔اس پر علماء کا اتفاق ہے اور کچھ کے خیال میں تو یہ واحد ماخذ ہے اور باقی تمام ماخذ قرآن کی توضیح ہی کرتے ہیں۔اس تعریف میں اشارۃ مذکور قرآنی صفات کو مختصراً پانچ نکات میں پیش کیا جاسکتا ہے۔یا بالتخصیص طور پر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، اسے تحریر میں لایا گیا، یہ متواتر ہے، یہ خدا کا لاثانی کلام ہے اور اسے نماز میں پڑھا جاتا ہے۔(۱۳) قرآن حکیم کا نزول سورۃ العلق کی اس آیت سے ہوا:

ترجمہ: ''پڑھو اپنے رب کے نام سے''۔(۱۴)

اور قرآن حکیم کا اختتام سورۃ المائدۃ کی درج ذیل آیت سے ہوتا ہے:

ترجمہ:''آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام کو دین''(۱۵)

سنت نبوی ﷺ

سنت یا حدیث کو فقہ کا دوسرا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔"سنۃ کا لفظی مطلب راستہ یا اچھی طرح چلا ہو راستہ ہے، لیکن یہ اصطلاح مروج دستور یا طے شدہ طرز عمل کے معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ سنۃ یا سنت کوئی اچھی یا بری مثال بھی ہوسکتی ہے۔ اور کوئی فرد یا فرقہ یا برادری کوئی سنت قائم کرسکتی ہے۔ قبل از اسلام عرب میں عرب لوگ برادری کے قدیم اور جاری دساتیر کے لیے سنت کی اصطلاح استعمال کرتے تھے جو انہیں اپنے اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ عرب کے قبل از اسلام ہر قبیلے کی اپنی اپنی سنت تھی جسے وہ اپنی شناخت اور تفاخر کی بنیاد سمجھتے تھے۔(۱۶) سنت کا متضاد بدعت ہے، جس سے مراد سابقہ مثال اور ماضی سے تعلق کا نہ ہونا ہے۔ قرآن میں لفظ سنت اور اس کی جمع سنن متعدد موقعوں پر استعمال ہوا ہے۔ (کل سولہ مرتبہ) ان تمام مثالوں میں سنت سے مراد کوئی جانا مانا طرز عمل یا دستور ہے۔(۱۷)

''علمائے حدیث کی نظر میں آنحضرت ﷺ سے روایت کردہ تمام باتیں، آپ ﷺ کے افعال، اقوال اور پسندیدہ باتیں سب سنت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے خدوخال اور اوصاف بیان کرنے والی تمام روایات بھی سنت کہلاتی ہیں۔ تاہم فقہ کے علماء مؤخر الذکر کو سنت شمار نہیں کرتے۔''(۱۸)

قرآن حکیم میں سنت النبی کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے متبادل طور پر "اسوہ حسنہ" کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ قرآن کی آیت ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔(۱۹)

"قرآن کے بعد سنت شریعت کا دوسرا مرکزی ماخذ ہونے کے ناطے مجتہد کو قرآن وسنت کی فوقیت کے درمیان ترجیح کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ چنانچہ کسی مخصوص مسئلے کا حل تلاش کرتے وقت فقیہ کو صرف سنۃ کی طرف رجوع کرنا چاہئے جب وہ قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے میں ناکام ہوجائے۔ اگر قرآن میں متن واضح ہو تو اس پر ہی عمل کرنا چاہئے۔ اور اسے سنت کی کسی بھی متضاد مثال پر اولیت دینا ہوگی۔ سنت پر قرآن کی اولیت جزا اس امر کا نتیجہ ہے کہ سارا قرآن وحی ظاہر پر مشتمل ہے۔(۲۰)

فقہ کے دوسرے ماخذ یعنی حدیث کے متعلق اہل علم میں اختلافات موجود ہیں۔

" کچھ لوگ اسے اس معنی میں دین کا ماخذ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے ہم پلہ ہے اور اسے وحی غیر متلو، مثلہ معہ، جیسی اصطلاحات سے یاد کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کا روشن خیال طبقہ جسے متجددین کا گروہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ حدیث کی دینی حیثیت کا منکر ہے وہ اسے محض

تاریخ کی حیثیت دیتا ہے۔(۲۱)

اجماع امت:

اجماع فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ ہے۔

''اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے زیادہ اہم ہے۔''(۲۲)

"اجماع عربی لفظ اجمع کا VERBAL NOUN ہے جس کے دو مطلب ہیں: تعین کرنا اور کسی چیز پر متفق ہونا، اول الذکر کی ایک مثال اجمع فلاں علی کذا ہے، یعنی فلاں فلاں نے فلاں کا فیصلہ کیا۔ اجمع کا یہ استعمال قرآن وحدیث دونوں میں ملتا ہے۔ مؤخرالذکر کا مطلب " مکمل اتفاق رائے" ہے اس لیے کہا جاتا ہے۔ اجمع القوم علی کذا، یعنی لوگ فلاں فلاں پر متفق الرائے ہوگئے۔ اجماع کا دوسرا مطلب عموماً اول الذکر کو بھی اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔ لہذا جب بھی کسی چیز پر اتفاق رائے موجود ہو تو اس پر فیصلہ بھی موجود ہوگا۔ فیصلہ واحد یا کئی افراد بھی کر سکتے ہیں۔ جب کہ متفقہ فیصلہ صرف متعدد افراد کے ذریعے ہو سکتا ہے۔(۲۳)

"اجماع کی تعریف کسی بھی دور کی (آنخضرتﷺ کے وصال کے بعد) امت مسلمہ کے مجتہدی کے کسی بھی معاملے میں متفقہ فیصلے کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس تعریف میں مجتہدین کا ذکر عام لوگوں کے اتفاق رائے کو اجماع کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔ اسی طرح ''کسی بھی دور کے مجتہدین'' سے مراد وہ دور ہے جس میں متعدد مجتہدین اکھٹے ہوئے ہوں۔ چنانچہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایک یا زائد مجتہدین واقعے کے بعد دستیاب ہوئے ہوں۔ تعریف میں " کسی بھی معاملے میں " سے مراد یہ ہے کہ اجماع کا اطلاق تمام شرعی، عقلی اور عرفی ولغوی معاملات پر ہوتا ہے۔(۲۴)

اجماع صرف آنخضرتﷺ کے وصال کے بعد ہی واقع ہو سکا۔ کیونکہ آپﷺ کی زندگی میں شریعت پر آپﷺ ہی واحد اعلیٰ ترین سند تھے، چنانچہ دوسروں کا اتفاق یا اختلاف کوئی اثر نہیں ڈالتا تھا۔

"ہر امکانی اعتبار سے اجماع پہلی بار مدینہ میں صحابہ کے درمیان واقع ہوا۔ آنخضرتﷺ کے وصال کے بعد صحابہ پیش آنے والے مسائل پر آپس میں صلاح ومشورہ کیا کرتے تھے۔ اور ان کا اجتماعی اتفاق رائے امت نے قبول کیا۔ صحابہ کرام کے بعد یہ قائدانہ کردار تابعین کو مل گیا اور پھر تبع تابعین کو، مؤخرالذکر جب کسی نکتے پر اختلاف کا شکار ہوئے تو صحابہ کرام اور تابعین کے خیالات وطرز عمل سے رجوع کیا۔ اس طرح نظریہ اجماع ترقی کے لیے ایک زرخیز زمین بن گئی۔ اجماع کا جوہر خیالات کی فطری نشوونما میں ہے۔ اس کا آغاز انفرادی فقہاء کے ذاتی اجتہاد سے اور اختتام خاص مدت کے لیے مخصوص رائے کی ہمہ گیر قبولیت پر ہوتا ہے۔ اتفاق رائے

پیدا ہو جانے تک اختلافات کو برداشت کیا جاتا ہے اور اس دوران امت پر کوئی خیالات زبردستی لاگو کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔(۲۵)

اس تصور پر صدر الاسلام میں نظری اعتبار سے خوب خوب بحثیں ہوتی رہیں۔لیکن عملاً اس کی حیثیت ایک خیال سے آگے نہیں بڑھی۔

"ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ممالک اسلامیہ میں یہ تصور ایک مستقل ادارہ کی صورت اختیار کر لیتا۔شاید اس لیے کہ خلیفہ چہارم کے بعد جب اسلام میں مطلق العنانی ملوکیت نے سر اٹھایا تو یہ اس کے مفاد کے خلاف تھا کہ اجماع کو ایک مستقل تشریعی ادارے کی شکل دی جاتی۔اموی اور عباسی خلفاء کا فائدہ اسی میں ہی تھا کہ اجتہاد کا حق بحیثیت افراد مجتہدین ہی کے ہاتھ میں رہے۔اس کی بجائے کہ اس کے لیے ایک مستقل مجلس قائم ہو۔(۲۶)

شریعت کی نشوونما میں اجماع ایک اہم کردار ادا کرتا ہے،فقہ کا موجودہ مجموعہ اجتہاد اور اجماع کے طویل عمل کی پیداوار ہے۔چونکہ اجماع امت کی زندگی میں خیالات کے فطری ارتقاء اور قبولیت کو منعکس کرتا ہے،اس لیے اجماع کا بنیادی نظریہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوسکتا۔یہ خیال کہ اجماع کا سلسلہ تبع تابعین کے بعد سے رک گیا تھا،شاید اجتہاد کا دربند کرنے کی غرض سے پیدا ہوا۔چونکہ اجماع کا منبع اجتہاد میں ہے،لہذا اجتہاد کا دروازہ بند ہونے سے اجماع کا سلسلہ بھی ختم تصور کرلیا گیا۔

"قرآن وسنت کے برعکس اجماع الوحی الالہام میں براہ راست شریک نہیں۔ایک عقیدے اور شریعت کے ثبوت کی حیثیت میں اجماع بنیادی طور پر ایک منطقی ثبوت ہے۔اجماع کی تھیوری اس نکتے پر واضح نہیں ہے کہ اجماع کو دیئے گئے اعلیٰ رتبے کی نوعیت کا تقاضہ ہے کہ صرف ایک مطلق اور ہمہ گیر اتفاق رائے ہی مانا جائے گا۔البتہ اجماع کے منطقی مواد پر مطلق اتفاق رائے حاصل کرنا مشکل ثابت ہوا ہے۔(۲۷)

وقوع پذیری کے انداز کی بنیاد پر اجماع کی دو اقسام تمیز کی گئی ہیں:

الاجماع الصریح: جس میں ہر ایک مجتہد اپنی رائے بول کر یا اشارے سے دیتا ہے۔

الاجماع السکوتی: جس میں کسی مخصوص دور کے کچھ مجتہدین کسی واقعے کے حوالے سے واضح رائے دیتے ہیں جب کہ بقیہ خاموش رہتے ہیں۔(۲۸)

اجماع کی سند:

اجماع کی سند کی تعریف شرعی ثبوت کے طور پر کی جاتی ہے جس پر مجتہدین نے اپنے اجماعی اصول کی بنیاد کی حیثیت میں انحصار کیا ہو،اجماع کے لیے سند ضروری ہے کیونکہ

"سند کے بغیر یہ محض رائے بن کر رہ جائے گا۔علماء کی اکثریت کے مطابق اجماع کی بنیاد متن کی کسی اتھارٹی یا اجتہاد

میں ہونی چاہیئے۔علامہ الامدی نے نشاندہی کی ہے کہ امت کا کسی ایسی چیز پر متفق ہونا خلاف قیاس ہے۔جس کی ماخذوں کوئی بنیاد موجود نہی ہو۔علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ اجماع کی بنیاد قرآن یا سنت پر ہوسکتی ہے"۔(۲۹)

قیاس:

قیاس فقہ اسلامی کا چوتھا ماخذ ہے۔اس کا مطلب" قانون سازی میں مماثلتوں کی بناء پر استدلال سے کام لیا جائے۔(۳۰)

قیاس کا لغوی مطلب" ناپنا یا لمبائی،وزن یا کسی چیز کے معیار کا اندازہ لگانا ہے،اسی لیے ترازو کو مقیاس کہتے ہیں۔چنانچہ عربی جملے" قامۃ الثوب بالاذراع" کا مطلب ہے: کپڑا گز سے ناپا گیا۔قیاس کا مطلب موازنہ بھی ہے۔دو چیزوں کے درمیان برابری یا مشابہت بتانے کے نکتہ نظر سے۔چنانچہ "زید یقاس علی خالد عقلہ ونسبہ۔" کا مطلب ہے کہ زید ذہانت اور نسب میں خالد کے ساتھ موازنہ رکھتا ہے۔لہذا قیاس دو چیزوں کے درمیان برابری یا قریبی مشابہت کا پتہ دیتا ہے،جن میں سے ایک کسوٹی بنا کر دوسری کو پرکھا جاتا ہے۔تکنیکی لحاظ سے قیاس کا مطلب کسی شرعی اصول کو اصل سے نئی صورت میں لانا ہے،کیونکہ مؤخر الذکر کی علت بھی سابق الذکر والی ہے۔اصل صورت ایک مخصوص متن سے منضبط ہوتی ہے،اور لگتا ہے کہ قیاس نئی صورت پر بھی وہی حکم نافذ کرے گا۔اصل اور نئی صورت میں علۃ مشترک ہونے کی وجہ سے ہی قیاس کا اطلاق یا جواز ہے۔قیاس سے رجوع اسی صورت میں جائز ہے جب نئی صورت کا حل قرآن،سنت یا قطعی اجماع میں نہ ملتا ہو۔کیونکہ ایسی صورت میں قیاس سے رجوع کرنا بےکار ہوگا جب کوئی پہلے سے موجود قانون نئی صورت کا حل پیش کرسکتا ہو۔نصوص اور اجماع کے دائرے سے باہر معاملات میں ہی قیاس کی مدد سے ان ماخذوں سے قانون مستنبط کیا جاسکتا ہے۔(۳۱)

فقہاء کے ہاں لفظ قیاس کبھی کبھی ایک عام اصول کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔چنانچہ آپ کو اکثر ایسے بیانات ملتے ہیں کہ فلاں فلاں حکم ثابت شدہ قیاس کے متضاد ہے۔

ڈاکٹر غازی کی فقہی خدمات:

سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے جہاں انسان کے لیے سہولیات بہم میسر کی ہیں وہاں بے شمار مسائل کو بھی جنم دیا ہے۔ ہر روز مشرق سے ابھرتا ہوا سورج اپنے ساتھ نئے واقعات،حوادث اور اچھوتی ایجادات لے کر طلوع ہوتا ہے جو آسانیوں کے ساتھ مشکلات اور الجھنیں بھی لے کر آتی ہیں،معاشی نظام میں تغیر وارتقاء،سیاسی،صنعتی اور سائنسی میدان میں ایسی چیزیں سامنے آرہی ہیں جن کا ماضی میں کوئی تصور نہ تھا،اسی طرح معاشی اور معاشتی علوم کا دائرہ وسیع ہوتا جارہا ہے جس کے نتیجے میں نئے افکار ونظریات متعارف ہورہے ہیں،فقہ اسلامی کو دور حاضر میں سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے،جس میں غیر مسلم مفکرین کے علاوہ مغربی کلچر کے دلدادہ مسلمان بھی پیش پیش نظر آتے ہیں۔ایسے پس منظر میں فقہ اسلامی کی ازسرنو تدوین وترتیب کی ضرورت ہے۔فقہ اسلامی کو ایسے جدید اسلوب میں پیش کرنا ضروری ہے جس میں تمام چیلنجوں سے نبرد آزما ہونا ممکن ہوجائے،تمام جدید مسائل کا سامنا کرسکے اور منکرین کے شکوک وشبہات کا تسلی بخش جواب دیا جاسکے۔

اس تناظر میں اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عالم اسلام میں کئی مقامات پر اجتماعی

وانفرادی، رسمی وغیر رسمی طور ہر اپنی اپنی استطاعت وعلمی بساط کے مطابق کاوشیں جاری رہیں۔ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فقہ اسلامی کے اس میدان میں بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ڈاکٹر غلام یوسف رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر صاحب کا دیگر علوم کے علاوہ خصوصا اسلامی فقہ کے بنیادی ماخذ اور امہات الکتب کے بارے میں بڑا مطالعہ تھا۔اسلامی تعلیمات کی تفہیم کے لیے بہترین متکلم،صاحب بصیرت فقیہ،نکتہ رس ادیب اور نامور محقق تھے۔بلاشبہ آپ کی تقریر سننے والا آپ کی فہم وفراست،قرآن وسنت کی قابلیت،شرعی وفقہی موضوعات ہر آپ کی کمال دسترس وعبور پر دنگ رہ جاتا تھا۔(۳۲)

فقہ اسلامی علوم اسلامیہ کی بنیاد واساس ہے اور اسلامی قانون آئین کے مترادف تصور کیا جاتا ہے۔اس علم پر ہر دور میں ماہرین نے اپنا اپنا حصہ شامل کیا اور علوم اسلامیہ کے اس گل سرسبز کو ہمیشہ پروان چڑھانے کی کوشش کی۔لیکن جس طرح ہر علم وفن کو ماہرین ہر زمانے میں الگ الگ اسلوب میں بیان کرتے ہیں۔بالکل اسی طرح فقہ اسلامی کے کلیات وجزئیات کو بیان کرنے میں ہر عہد کا اسلوب اچھوتا رہا ہے۔ائمہ ومجتھدین کے زمانے ان اصول وقواعد کو خاص مذہبی عقائد اور تعلیمات کے رنگ میں پیش کیا جاتا تھا،مثلا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ،امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن شیبانی کی تصانیف ایک خاص انداز میں دیکھنے کو ملتا ہے۔جب کی بعد کے زمانے میں فقہی مباحث کو منطق اور فلسفہ کے روپ میں بیان کیا جاتا رہا ہے،جس کے سرخیل امام غزالی اور امام رازی ہیں۔(۳۳)

عصر حاضر میں یورپین اور مغربی اقوام نے اپنی ترقی وبرتری کا سکہ تمام عالم پر بٹھایا تو تمام قومیں بشمول مسلمان قوم اس ترقی سے متاثر ہونے لگیں۔مغربی تہذیب وتمدن نے مسلم معاشرے میں سرایت شروع کی،جس کے نتیجے میں فقہ اسلامی کے مباحث اور اسلوب بھی تغیر پذیر ہونے لگے۔عرب دنیا میں فقہ اسلامی کے موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں مغربی قوانین اور ان کی تہذیبوں کو بھی مدنظر رکھا جانے لگا۔برصغیر کے مسلمان چونکہ عربی زبان کی فصاحت وبلاغت سے آشنا نہ تھے۔لہذا ڈاکٹر محمود احمد غازی نے فقہ اسلامی کے ضمن میں جو خدمات انجام دیں،ان میں عموما اردو کو ذریعہ بنایا۔

محاضرات فقہ:

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ کو علوم اسلامیہ کے ہر میدان میں تخصص کی حد تک کمال حاصل تھا،لیکن دیگر علوم کے علاوہ خصوصا فقہ اسلامی پر کامل دست ردست حاصل تھی۔سلسلہ محاضرات میں محاضرات فقہ کے مطالعہ سے آپ کی فقہی بصیرت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔سلسلہ محاضرات کا آغاز غازی صاحب کی بہن مرحومہ عذرا نسیم فاروقی صاحبہ کی خواہش پر ستمبر اکتوبر ۲۰۰۴ء میں کیا گیا تھا۔ان محاضرات کی اولین مخاطب وہ مدرسات قرآن تھیں جو راولپنڈی اور اسلام آباد میں درس قرآن کے حلقوں سے وابستہ تھیں۔محاضرات فقہ میں بھی خواتین کی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔یہ محاضرات غازی صاحب کی بارہ خطبات پر مشتمل ہیں،جس کو بعد میں کتابی صورت میں شایع کیا گیا۔

محاضرات فقہ کے بارے میں غازی صاحب فرماتے ہیں:

"محاضرات فقہ،فقہ اسلامی کے ایک عمومی تعارف پر مشتمل ہے۔جس میں فقہ اسلامی کے چند اہم پہلوؤں کو بارہ موضوعات کے تحت سمونے کی کوشش کی گئی ہے فقہ اسلامی ایک ناپیدا کنار ہے،جس کی وسعتوں کو کسی ایک جلد تو کیا درجنوں جلدوں میں سمیٹنا بھی مشکل ہے۔تاہم یہ کوشش کی گئی ہے کہ فقہ اسلامی کے اہم مضامین بنیادی مباحث،اساسی تصورات اور ضروری پہلوؤں کو آسان اور سلیس زبان میں جدید تعلیم یافتہ خواتین وحضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔(۳۴)

محاضرات فقہ کا یہ مجموعہ معلومات کا خزانہ ہے۔اس میں جناب غازی نے فقہ کہ ترتیب وارتقامیں تاریخی پس منظر کو بہت خوبی سے بیان کیا ہے۔تفہیم کے لیے روزمرہ مثالوں سے مدد لی گئی ہے۔دیگر اصول اور نظام ہائے قانون پر فقہ اسلامی کی برتری ثابت کرنے میں مصنف نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ان کا انداز استدلال بڑا جان دار اور موثر ہے۔اس میں فقہ وقانون کے طلبہ کے لیے استفادہ کے بے پناہ مواقع ہیں۔

محاضرات فقہ کے خطبات کے عنوانات درج ذیل ہیں:

۱۔فقہ اسلامی،علوم اسلامیہ کا گل سرسبد　۲۔علم اصول فقہ　۳۔فقہ اسلامی کے امتیازی خصائص

۴۔اہم فقہی علوم اور مضامین　۵۔تدوین فقہ اور مناہج فقہاء　۶۔اسلامی قانون کے بنیادی تصورات

۷۔مقاصد شریعت اور اجتہاد　۸۔اسلام کا دستوری اور انتظامی قانون　۹۔اسلامی قانون جرم وسزا

۱۰۔اسلام کا قانون تجارت ومالیات　۱۱۔مسلمانوں کا بے پناہ فقہی ذخیرہ　۱۲۔فقہ اسلامی دور جدید میں

محاضرات فقہ میں ڈاکٹر غازی نے فقہ اسلامی کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ فقہ اسلامی ایک مکمل اور جامع قانون جس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے دور جدید کے سماجی ومعاشی مسائل کے حل کے لیے ڈاکٹر غازی نے فقہ اسلامی کی از سرنو تدوین کی ضرورت واہمیت پر زور دیا ہے۔محمد موسی بھٹو کے بقول موجودہ دور میں مسلم امت کے مسائل کی نوعیت اسلامی فقہ کی تدوین جدید اور نئے دور میں دعوت اسلامی کے کام کی صحیح حکمت عملی جیسے موضوعات پر ڈاکٹر غازی کی رائے ایسی صائب رائے ہے جس پر بجا طور پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔(۳۵)

چوہدری محمد یوسف ایڈووکیٹ محاضرات فقہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اس کتاب میں بہت ہی قابل قدر مواد موجود ہے۔پھر اس میں فقہ اسلامی کی بڑی بڑی جدید وقدیم کتب کا تعارف بڑے شاندار انداز میں پیش کیا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اردو میں ڈاکٹر حمید اللہ کے خطبات بہاول پور کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جو جدید وقدیم طلبہ کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے۔اپنے موضوع پر یہ شاندار اضافہ ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کا زیادہ تفصیلی تعارف کرایا جائے۔(۳۶)

فقہ اور سیرت

فقہ اور سیرت دو الگ الگ مضامین نظر آتے ہیں، اسلامی قانون اور شریعت کے اصول وقواعد کے دائرہ کار میں ممتاز ہوتے ہیں، جب کہ سیرت عموماً تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اہم حالات واقعات پر مشتمل سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر غازی کی رائے کے مطابق سیرت اور فقہ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔فقہ سے عموما مراد لی جاتی ہے گہری سمجھ،فہم وادراک، لیکن ڈاکٹر غازی فقہ کو وسیع مفہوم میں لیتے ہیں۔یعنی گہری فہم قرآن پاک کے تعلیمات کی،سنت مبارک کا فہم وادراک اور سیرت طیبہ کی شناسائی،ان تینوں مصادر کا فہم مجموعی طور پر فقہ کہلاتا ہے۔اسکے بغیر شریعت کے احکام پر عمل درآمد ممکن نہیں۔(۳۷)

قواعد فقہیہ:

محاضرات فقہ کے علاوہ غازی صاحب کی فقہ کے موضوع پر دوسری کتاب "قواعد فقہیہ "ہے۔یہ کتاب بھی آپ کی فقہی بصیرت کی آئینہ دار ہے،جو شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔یہ اسلام کے قانونی قواعد پر مشتمل کتاب ہے۔اسلام کی قانونی روایات میں قواعد وضوابط کا ارتقاء،ان کی اہمیت،زندگی کے گونا گو مسائل کے حل میں شریعت کے احکام جیسے موضوعات پر اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی-37 الف ہے۔

اسلام کا قانون بین الممالک:

یہ کتاب ڈاکٹر غازی کے ۱۲ خطبوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے جامعہ بہاول پور میں دیے تھے۔اور ان کا موضوع اسلام کا بین الاقوامی قانون یا قانون بین الممالک ہے۔اس پوری کتاب میں ڈاکٹر صاحب ایک راسخ العقیدہ عالم ومفکر اور مجتہدانہ سوچ رکھنے والے مصنف کے طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔بہت سے ان مسائل پر بھی جن کے بارے میں جدید علماؤ مفکرین از سر نو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں،ڈاکٹر صاحب نے سلف کے نقطہ نظر کی وکالت کی ہے اور وہ بھی دل نشین،عصری اور reasonable دلیلوں کے ساتھ بعض جگہوں پر وہ فقہائے متقدمین سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔اور اختلاف کو بڑے شائستہ،خوبصورت اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہیں۔(۳۸)

بحیثیت فقیہ:

ڈاکٹر محمود احمد غازی کو قومی اور بین الاقوامی فورم پر انفرادی حیثیت حاصل تھی،اسی کا سبب ڈاکٹر صاحب کی فقہی بصیرت اور دینی علوم پر دسترس تھی۔دینی علوم میں سے فقہ اسلامی کے شعبے میں آپ کو خصوصی دلچسپی تھی،فقہ میں آپ کی دسترس کا اعتراف نہ صرف اہل پاکستان کو تھا بلکہ اسلامی دنیا کے نام ور علما بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔آپ کی فقہی بصیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی،ڈائریکٹر فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز،نئی دہلی لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر غازی کی بعض بحثوں پر گفتگو پڑھتے ہوئے مجھ کو محسوس ہوا کہ گویا قدرت نے سید ابوالاعلی مودودی کا قلم انہیں پکڑا دیا ہے،بالکل وہی سیر حاصل بحث،وہی عقلی ونقلی دلائل اسی پر متزاد غازی صاحب کا وسیع مطالعہ،معتدل انداز فکر اور عصر حاضر سے بھرپور واقفیت،یعنی ان کی ذات میں

قدیم جدید کا امتزاج ہوگیا(۳۹)

غازی صاحب نے اپنی تعلیم کے دوران ہی تحقیقی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کردیا تھا، مختلف فقہی نوعیت کے مسائل پر آپ غور و خوص کرتے۔آپ نے فقہی خدمات بہ طور معلم، عالم دین، خطیب اور بہ طور جج سرانجام دیں۔غازی صاحب کا یہ منفرد اعزاز ہے کہ دین کے حوالے سے پاکستان میں جو اہم تجاویز سامنے آئیں ان میں کسی نہ کسی صورت میں آپ نے حصہ لیا۔قادیانیوں کے حوالے سے جو آئین میں ترمیم کی گئی، اس کی تیاری میں آپ ڈاکٹر ظفر اسحاق مرحوم کے معاون تھے، ضیاءالحق کے دور میں جو حدود و قوانین ملک میں رائج ہوئے وہ بڑی حد تک ان ہی کے تحریر کردہ تھے۔

فقہ آفاقی کا تصور:

ڈاکٹر غازی نے اسلامی فقہ کی تدوین نو کی ضرورت شدت سے محسوس کی۔آپ کا یہ موقف ہے کہ دنیا چونکہ ایک عالمی گاؤں (GLOBAL VILLAGE) کی شکل اختیار کرچکی ہے، ذرائع آمد و رفت اور ذرائع مواصلات نے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب تر کردیا ہے، تجارتی لین وسعت اختیار کرچکا ہے، ایسے جدید معاشرتی و معاشی مسائل کی نشاندہی ہورہی ہے جن کا حل کسی ایک مسلک کے پاس نہیں ہے، جس کے نتیجے میں ایک عالمی فقہ کی ضرورت خود بخود محسوس ہونے لگی ہے۔اسی نظریے کے پیش نظر ڈاکٹر غازی نے فقہ آفاقی پر زور دیا۔ڈاکٹر غازی صاحب فرماتے ہیں:

> " گزشتہ سوسوا برس کے تجربے نے یہ بتایا ہے کہ اور ہر آنے والا دن اس تجربہ کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے کہ آئندہ دور مختلف فقہی مسالک میں محدود رہنے کا دور نہیں ہے بلکہ ان مسالک کو اجتماعی طور پر مسلمانون کی میراث قرار دینے اور ان سب کو ساتھ لے کر چلنے کا دور ہے۔آئندہ جو فقہ سامنے آنے والی ہے وہ صرف اور صرف عالم گیر فقہ اسلامی ہوگی۔وہ فقہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی فقہ نہیں ہوگی۔آج ایک آفاقی (Cosmopolitan) فقہ وجود میں آرہی ہے جس میں مسلمانوں کے پورے فقہی ذخیرے کو سامنے رکھ کر نئے انداز سے احکام مرتب کیے جارہے ہیں۔ایسے احکام جن میں فقہ اسلامی کے پورے ذخائر سے کام لیا جارہا ہے اور جن میں شریعت کے مقاصد اور قرآن و سنت کی نصوص کو اولین اور اساسی حیثیت ہے۔اس عالم گیر فقہ کی صحیح اسلامی خطوط پر تدوین دور جدید کی سب سے بڑی اور سب سے بنیادی ضرورت ہے۔(۴۰)

ڈاکٹر غازی اتحاد بین المسلمین کے ہمیشہ علم بردار ہے۔آپ کے نزدیک فروعی اختلافات کی بنیاد پر مسلمانوں کی گروہ بندی امت مسلمہ کے لیے زہر قاتل ہے۔ان فروعی اختلافات کو بلا کر مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا چاہیے۔ڈاکٹر غازی کی رائے کے مطابق مسلمانوں کے زوال پذیر ہونے کی اہم وجوہات علمی ارتقاء کا انقطاع اور اندھی تقلید ہے۔فروعی اور مسلکی اختلافات میں شدت پسندی کا رجحان نہیں ہونا چاہیے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کو جدید دور کی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید دور کی ضروریات اور

تقاضوں کو مدنظر رکھ کر فقہ اسلامی کا فہم از سر نو حاصل کرنا اور جدید اسلوب کے مطابق فقہ اسلامی کی تدوین واشاعت کی ضرورت جس قدر آج ہے اتنی ماضی میں کبھی نہ تھی۔

مراجع وحواشی:

(۱) عبیداللہ بن الحسین الکرخی، امام، اصول الکرخی، مترجم عبدالرحیم اشرف بلوچ، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۱۴ء، ص ۳

(۲) القرآن: ۴سورۃ النساء، آیت ۸۸، ۷ (۳) القرآن سورۃ التوبہ، آیت ۱۲۲

(۴) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، ۱۹۶۱ء، الصحیح البخاری، کتاب العلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، باب ۱۳ حدیث ۷۱

(۵) ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ۱۹۹۱ء، جامع ترمذی، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲، ص ۹۷

(۶) منہاج الدین مینائی، مولانا، اسلامی فقہ۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۳۹ (۷) القرآن: سورۃ الجمعہ، آیت ۲

(۸) عبیداللہ بن الحسین الکرخی، امام، ۲۰۱۴ء، بحوالہ بالا، ص ۶ (۹) خضری، امام، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، ۱۹۳۰ء، ص ۸

(۱۰) محمد مالک، مولانا التحریر فی اصول التفسیر، کراچی، قرآن محل، س ن ۳۵ تا ۳۶ (۱۱) القرآن، سورۃ الانفال، آیت ۶۷

(۱۲) قمر احمد عثمانی، مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ، لاہور دوست ایسوسی ایٹس، ۱۹۶۶، ص ۸۳

(۱۳) کمالی، محمد ہاشمی، اسلامی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا (مترجم: یاسر جواد)، ص ۲۹، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۹ء

(۱۴) القرآن: سورۃ العلق، آیت ۱۱ (۱۵) القرآن، سورۃ المائدہ، آیت ۳

(۱۶) سرور، پروفیسر، ارمغان شاہ ولی اللہ، لاہور سندھ ساگر اکیڈمی، ۱۹۹۷، ص ۳۶ تا ۵۷

(۱۷) کمالی، محمد ہاشمی، ۲۰۰۹، بحوالہ بالا، ص ۲۳ (۱۸) کمالی، محمد ہاشمی، ۲۰۰۹، بحوالہ بالا، ص ۲۳ (۱۹) ایضا، ص ۶۳ تا ۶۴

(۲۰) القرآن: سورۃ الحزاب، آیت ۱۲۱ (۲۱) قمر احمد عثمانی، ۱۹۶۶، بحوالہ، ص ۲۳ (۲۲) ایضا، ص

(۲۴) کمالی، محمد ہاشمی، ۲۰۰۹، بحوالہ بالا ص ۲۰۵ (۲۵) ایضا، ص ۲۰۶ (۲۶) قمر احمد عثمانی، ۱۹۶۶ء، بحوالہ بالا، ص ۲۹ تا ۳۰

(۲۷) کمالی، محمد ہاشمی، ۲۰۰۹ء، بحوالہ بالا، ص ۲۰۳ (۲۸) ایضا، ص ۲۲۱ (۲۹) ایضا ص ۲۴

(۳۰) قمر احمد عثمانی، ۱۹۶۶ء، بحوالہ بالا، ص ۳۴ (۳۱) کمالی، محمد ہاشمی، ۲۰۰۹ء، بحوالہ، ص ۲۳

(۳۲) ششماہی معارف اسلامی، جنوری تا جون ۲۰۱۱ء، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد، ص ۱۵

(۳۳) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۶ (۳۴) ایضا، ص ۵

(۳۵) محمد موسیٰ، بھٹو، عصر حاضر کی شخصیات میری نظر میں، سندھ نیشنل اکیڈمی حیدرآباد، ۲۰۰۶ء، ص ۳۸۶

(۳۶) ماہنامہ الشریعہ، جنوری فروری ۲۰۱۱، شریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ، ص ۳۹۴

(۳۷) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ۲۰۰۵ء

(۳۸) شش ماہی معارف اسلامی، جنوری تا جون ۲۰۱۱ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد، ص ۱۴۳ (۳۹) ایضا۔ص ۱۴۳

(۴۰) ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، اسلام آباد ۲۰۰۷ء، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، ص ۶ تا ۴۵